مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اچھی ہے۔ آریوں سے مباحثہ کے لئے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری حافظ روشن علی صاحب مولوی محمد الدین صاحب اور شیخ ... گئے ہیں۔

۱۹ تاریخ بعد نماز مغرب ایک سکھ نو مسلم صاحب نے جن کا نام شیخ محمد یوسف ہے۔ باوا نانک کے مسلمان ہونے پر زیر صدارت شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور لیکچر دیا۔ دلائل قریباً وہی تھے۔ جو ایڈیٹر صاحب نور کی تحریروں اور تقریروں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکچرار صاحب آیات قرآنی بطور حوالہ بہت عمدگی سے پیش کرتے تھے۔ انکے بعد ایڈیٹر صاحب نور نے سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات پر مفصل تقریر فرمائی ÷

اخبار احمدیہ

تقرر اُمراء

مندرجہ ذیل احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی اپنی جماعتوں کا امیر مقرر فرمایا ہے:۔

حکیم ابو طاہر محمود احمد صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ کلکتہ

بابو عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک خزانہ انبالہ۔ امیر جماعت احمدیہ انبالہ شہر

حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ امیر کو چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں۔ اور قادیان کے اخباروں کو پڑھیں۔ کیونکہ امیر کا کام نگرانی ہے۔ اور وہ ہو نہیں سکتی۔ جب تک اسکو پوری واقفیت نہ ہو

خاکسار شیر علی۔ ناظر اعلیٰ

زکوٰۃ کے متعلق اعلان ضروری

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

زکوٰۃ ایک شرعی فرض ہے۔ بعض لوگ اسمیں سستی کرتے ہیں۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ سب اخراجات سے پہلے زکوٰۃ کی ادائگی کا فکر کیا کریں۔ یہ ایسا فرض ہے۔ کہ جس کے نہ ادا کرنے والوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ جن پر واجب ہے۔ وہ ناظر صاحب بیت المال کے نام فوراً ارسال کریں۔ موجودہ قحط سالی میں بعض مستحقین فوری مدد کے محتاج ہیں۔

خاکسار نواب الدین۔ افسر ڈاک

احمدی پیشہ وروں کو اطلاع

گورمنٹ نے احمدیوں کو چک $\frac{A}{10R}$ ۹۱ متصل اسٹیشن خانیوال ضلع ملتان میں جو زراعتی سٹلمنٹ دی ہے اسمیں مندرجہ ذیل پیشہ وروں کی ضرورت ہے۔ جو

احمدی پیشہ ور وہاں جانا چاہیں۔ اپنی اپنی درخواست بہت جلد مندرجہ بالا پتہ پر بنام شیخ قطب الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ سٹلمنٹ کو بھیجدیں۔ ان لوگوں کو زمین بھی دی جائیگی دو گھماؤں فی کس۔ پیشہ ور یہ ہیں:۔ لوہار۔ ترکھان۔ نائی۔ دھوبی۔ موچی۔ کمہار

ذوالفقار علی خان۔ ناظر امور عامہ

وی پی نہیں ہو سکتا

احباب کی اطلاع کے واسطے لکھا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان اور امریکہ کے درمیان وی۔ پی سسٹم جاری نہیں ہے۔ اور جو صاحب کچھ منگوانا چاہیں۔ وہ اندازاً قیمت خط کے ساتھ ارسال کریں۔ ہمارے فنڈ میں اتنی گنجائش نہیں کہ احباب کی فرمائشات کی پہلے تعمیل کر کے بعد میں رقم منگوائی جائے۔ آسان طریق یہ ہے۔ کہ ہندوستانی کرنسی نوٹ رجسٹری لفافہ میں بھیجا جائے۔ بیمہ کرایا جائے

محمد صادق عفا اللہ عنہ

ایک واعظ کا تقرر

مولوی محمد عبید اللہ۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جماعت کی اندرونی [illegible] مقرر فرمایا ہے۔ جماعت کو چاہیئے۔ کہ ان کے کام میں حتی الوسع مدد دیں۔

خاکسار علی محمد۔ ناظر تعلیم و تربیت

علاقہ سرسہ کے بھائی مطلع ہوں

خاکسار تبدیل ہو کر راماں منڈی میں آ گیا ہے۔ جو صاحبان جماعت بجانب سرسہ یا حصار تشریف لیجایا کریں۔ وہ اسٹیشن راماں منڈی پر خاکسار کو ضرور ملکر جائیں۔ اور سرسہ و حصار کی جماعت کے احباب بذریعہ خط و کتابت ملاقات فرمائیں۔

خاکسار محمد حسین احمدی کنسٹبل اول۔ پولیس تھانہ راماں منڈی

ولادت

اللہ تعالٰے نے اپنے فضل سے عاجز کو لڑکا عطا فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اسے خادم دین بنائے۔ عبید اللہ عفا اللہ عنہ لاہور

درخواست دعا

میرے والد صاحب بعارضہ بخار و کھانسی بیمار ہیں۔ جملہ احباب سے التجا ہے کہ ان کی صحت کے لیئے دعا فرما دیں۔

ایم فضل الٰہی خان۔ پونچھ ہوس۔ لاہور

خاکسار عرصہ سے بوجہ مقروض ہونے کے حیران اور قارضوں کے تقاضا سے تنگ ہو گیا ہے۔ جملہ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

الراقم عاجز محمد حسن نقش نویس بنالہ ریاست پٹیالہ

میری روحانی کمزوریوں کے دور ہونے کے لیئے دعا فرمائیں

خادم۔ مشتاق احمد۔ چھاؤنی فیروزپور

بندہ کی والدہ آج آٹھ یوم سے بیمار ہے۔ دعا کی جائے

محمد فضل طالب علم۔ فسٹ ایر۔ ڈاکخانہ چنگا بنگیال

کاروبار کے مدہم پڑ جانے اور بدامنی کی وجہ سے میرا بہت سا نقصان ہو گیا ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ بہتر صورت پیدا کرے۔ نیز ایک شخص نے جھوٹا مقدمہ مجھ پر دائر کیا ہے اس سے مخلصی کے لیئے بھی دعا فرماویں۔

جلسہ سالانہ

احباب مطلع رہیں کہ آئندہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام

خاکسار۔ رحیم بخش

میاں نظام الدین احمدی کا غذار بغدادی

میری لڑکی عرصہ ڈیڑھ ماہ سے سخت بیمار ہے۔ دعا کی تحریک فرمائی جائے۔ اللہ تعالٰے اس کو صحت عطا فرمائے

خاکسار ملک شیر محمد از کوٹ رحمت خان

احباب میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری تکلیفات کو دور فرمائے۔ میں ان سب احباب کے لیئے جو میرے لئے دعا فرماویں۔ دعا گو ہوں۔

خاکسار فضل محمد خان احمدی۔ انبالہ چھاؤنی

جنازہ غائب

سیاں جی مظفر حسین صاحب نکوڑ ضلع سہارنپور بڑے مخلص احمدی تھے ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۱ء فوت ہو گئے۔ اسجگہ کوئی احمدی نہ تھا۔ ایک دن جنازہ رکھا رہا۔ سہارنپور کے سکرٹری صاحب کو خبر پہونچی کہ جنازہ رکھا ہوا ہے۔ کوئی آدمی تجہیز و تکفین نہیں کرتا۔ تب احباب سہارنپور موٹر میں گئے۔ اور تجہیز و تدفین کی۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

بابو سید صادق علی صاحب احمدی رجسٹرار آفیسر ڈاک پتھر ضلع ڈیرہ دون کی اہلیہ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعرات فوت ہو گئیں۔ انا للہ۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں

محمد امین قادیان

یہاں جماعت نوشہرہ چھاؤنی کے شیخ عبد الغنی احمدی مالک اسلامیہ ہوٹل مع ان کے فرزند عبد الحی کے یکے بعد دیگرے ایک ہفتہ کے اندر اندر ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔ نیز مرحوم کے بھائی عبد الرحمن صاحب مشکلات میں ہیں۔ ان کی کشائش کے لئے دعا فرماویں۔ خاکسار محمد عبد اللہ۔ سکرٹری جماعت نوشہرہ

خواجہ جمال الدین صاحب احمدی ساکن ککرن قصبہ شوپیاں فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب کی خدمت میں درخواست نماز جنازہ ہے۔ میر غلام رسول از کلوچہ کشمیر

خاکسار کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون احباب سے درخواست نماز جنازہ ہے۔ العارض خدا بخش بکلانہ خانیوال ڈاکخانہ بدو ملہی تحصیل رعیہ

مولوی عبد العزیز صاحب سہارنپور کی والدہ ماجدہ جو عابدہ زاہدہ تھیں ۳ر دسمبر کو فوت ہو گئیں۔ احباب مرحومہ کیلئے جنازہ غائب پڑھیں۔ محمد امین

میرا بھائی مسمی حسین علی بقضاء الٰہی بیماری تپ محرقہ فوت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھا جائے حسن علی از موضع ننگل اندہیر ضلع سیالکوٹ

محمد اسمٰعیل ولد مولا بخش حجام سکنہ موضع محمود پور سانپ کے ڈسنے سے فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں

خلیل الرحمن از سامانہ

سکرٹری صاحبان مطلع فرمائیں

براہ مہربانی میرے اس نوٹ کو پڑھتے ہی تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان مطلع فرمائیں کہ جلسہ سالانہ پر انکی جماعت کے کسقدر اصحاب جلسہ سالانہ ۱۹۲۱ء پر تشریف لاوینگے تاکہ ان کے لیے مکانات کا کافی انتظام کیا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام جماعتوں کی طرف سے جواب جلد اطلاع دیجاویگی۔ نیز میں نے ایک ماہ سے زائد عرصہ گذرتا ہے کہ الفضل میں شائع کیا تھا کہ تمام جماعتیں مجھے مطلع فرما دیں کہ ان کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۲۴ نومبر ۱۹۲۱ء

غیر مبایعین سے صلح

اخبار "وکیل" نے اپنے ۱۲ نومبر کے پرچہ میں ایک نوٹ بعنوان "احمدی فرقے" لکھا ہے۔ جس میں ظاہر کیا ہے کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں صلح ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں اس کے متعلق "وکیل" کے ذرائع معلومات کیا ہیں۔ اور کس بناء پر اس نے یہ لکھا ہے۔ ممکن ہے "پیغام صلح" میں جناب مولوی محمد احسن صاحب کے قادیان تشریف لانے کو جس رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہو۔

چونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کی حقیقت سے آگاہ ہونے کا اکثر لوگوں کو اشتیاق ہو گا۔ اور اس کا جماعت احمدیہ پر بھی خاص اثر پڑ سکتا ہے۔ اسلئے اصولی طور پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں صلح کا مفہوم کیا ہو سکتا ہے۔ اور کس بنا پر صلح ہو سکتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صلح ایک بہت اچھی چیز ہے مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ صلح جس کے نیچے فتنہ و فساد کی چنگاریاں دبی ہوں۔ اور جو صرف ظاہری صلح ہو۔ باطن پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔ اور دل اس کے ساتھ متفق نہ ہوں۔ وہ سخت خطرناک اور نقصان رساں فعل ہوتا ہے۔

غیر مبایعین سے متعلق صلح کی سلسلہ جنبانی جس کے متعلق جناب مولوی محمد احسن صاحب کا قادیان تشریف لانا بتایا گیا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ یہ سوال قبل ازیں بھی کئی بار پیش ہو چکا ہے۔ اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرما چکے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے بعد پہلے ہی جلسہ میں "صلح" کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس سے جہاں یہ ظاہر ہے کہ حضور "صلح" کے کس قدر متمنی ہیں۔ وہاں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ "صلح" کیونکر اور کس طرح ہو سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا:۔

"بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپس میں صلح ہو جانی چاہیئے کیا ان لوگوں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے وہ اسکو چھوڑ دینگے یا ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ ہونا چاہیئے۔ ہم اسے چھوڑ دینگے۔ اگر نہیں چھوڑینگے تو دو نہایت متضاد خیالات کے لوگوں کا اکٹھا کام کرنا اور ہر ایک کا یہ خیال کرنا کہ دوسرے فریق کے خیالات سلسلہ کے لئے سخت نقصان دہ ہیں۔ اور زیادہ اختلاف کا باعث ہو گا یا امن کا۔ میں تو صلح کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اس باپ کا بیٹا ہوں۔ جس کو صلح کا شہزادہ کہا گیا ہے۔ لیکن وہ صلح جو دین کی تباہی کا باعث ہوتی ہو۔ وہ میں کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ مگر وہ صلح جس میں راستی کو نہ چھوڑنا پڑے۔ اس کے کرنے کے لئے مجھ سے زیادہ اور کوئی تیار نہیں ہے۔"

"میں بہت وسعت حوصلہ رکھتا ہوں۔ اگر کوئی پچھتاتا ہوا آئے۔ تو میں اسکی آمد پر بہ نسبت ان کے بہت خوش ہونگا۔ جنھوں نے پہلے دن بیعت کر لی تھی کیونکہ وہ گمراہ نہیں ہوئے تھے۔ اور یہ گمراہ ہو گیا تھا وہ کھوئے نہیں گئے تھے۔ اور یہ کھویا گیا تھا لیکن پھر مل گیا ہے۔ باپ اپنے بیٹوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ مگر اس باپ سے بیٹے کے دیکھنے کی خوشی پوچھو۔ جس کا بیٹا بیمار ہو کر تندرست ہو گیا ہو۔ میں نفاق کی صلح ہرگز پسند نہیں کرتا۔ ہاں جو صاف دل ہو کر اور اپنی غلطی کو چھوڑ کر صلح کے لئے آگے بڑھے۔ میں اس سے زیادہ اس کی طرف بڑھونگا۔"

(برکات خلافت صفحہ ۲۵-۲۷)

"صلح" کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مذکورہ بالا خیالات سے آگاہ ہونے کے باوجود جب ۱۹۱۹ء میں مولوی محمد علی صاحب نے چند شرائط پیش کئے۔ تو ان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مارچ ۱۹۱۹ء میں سالانہ جلسہ پر مفصل تقریر فرمائی۔ اور ان کے معترضات بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

"ہمارا اور ان (غیر مبایعین) کا اختلاف کوئی معمولی اختلاف نہیں۔ بلکہ بہت بڑا اختلاف ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ کے اختلاف سے سینکڑوں گنے زیادہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب معاویہ رضہ نے خط لکھا کہ میں آپ کی زیارت کے لئے آنا چاہتا ہوں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ زیارت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ یا میں تمہارے پاس آؤں یا تم میرے پاس آؤ۔ اگر میں آیا۔ تو لشکر سمیت آؤنگا۔ اور اگر تم آئے تو تلوار تمہارا مقابلہ کریگی۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اختلاف کو مذہبی اختلاف سمجھتے تھے۔ اور معاویہ کو اس کا بانی۔ اور ان کے ساتھ صلح کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ پس ہم کو ان سے زیادہ اختلاف ہے۔ اور معاویہ سے زیادہ انھوں نے اُمت اسلامیہ میں شقاق پیدا کیا ہے۔ پس جب تک اس شقاق کو یہ لوگ دور نہ کریں۔ ان سے صلح ہم کس طرح کر سکتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ غیروں کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے۔ لیکن ان اپنوں سے جو معاند ہوں۔ اور مفسد ہوں۔ اسوقت تک صلح نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ فساد نہ ترک کریں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے ساتھ ملکر اپنے جوش نکالیں اور منصوبے چلائیں۔ لیکن چونکہ اس قسم کے تجربے ہم سے پہلے لوگ کر کے نقصان اٹھا چکے ہیں اسلئے ہم تجربہ کرنا نہیں چاہتے۔ بے شک ہمیں یہ منظور ہے۔ کہ سخت کلامی نہ ہو۔ کیونکہ سخت کلامی شرفا کا کام نہیں۔ اور اگر وہ اس سے باز آجائیں تو گو ہم نے پہلے ہی روکا ہوا ہے۔ اب اور بھی تاکید کر دینگے۔ لیکن اس کے سوا ان کی شرائط میں اور کوئی بات نہیں جو قابل قبول ہو۔"

(عرفان الٰہی صفحہ ۹۶)

ان بیانات کو پیش کرنے کے بعد یہ بتانے کی ضرورت

نہیں رہتی۔ کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں اگر صلح ہو۔ تو کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور اسکی نوعیت کیا ہوگی۔

باقی رہی درشت کلامی اس کے لئے ضروری نہیں کہ جب تک "صلح کا معاہدہ" نہ طے ہو جائے۔ اسوقت تک یہ ترک نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں عموماً اپنی جوابی تحریروں میں مجبوراً مرارت سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور پھر بھی ہم شرافت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ لیکن برخلاف اس کے ہمارے متعلق اسقدر سخت کلامی سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کا تازہ ثبوت اسی پرچہ سے مل سکتا ہے۔ جسمیں مولوی محمد احسن صاحب کے قادیان تشریف لانے کی غرض صلح کرانا بتائی گئی ہے۔ اسمیں "میاں صاحب کے رؤیا والہامات" کے عنوان سے جو ایک لمبا مضمون درج ہے اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے متعلق ایسے ناپاک اور گندے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ جن کو پڑھ کر ہر ایک احمدی کا دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس مضمون کے پہلے حصہ میں جو ۲۶ر اکتوبر کے پیغام صلح میں شائع ہوا ہے۔ اول تو حضرت مسیح موعود کی کتاب حقیقۃ الوحی کی وہ عبارت حضرت خلیفہ ثانی پر چسپاں کی گئی ہے۔ جسمیں جھوٹی خوابیں بنانے والوں کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار بتایا گیا ہے اور پھر لکھا ہے:-

"یقیناً یقیناً" ان الفاظ کی میاں صاحب کے قلب پر القا کرنیوالی کوئی سخت ..... حاسد روح تھی۔ جس نے کبھی شدید روحانی مناسبت کی وجہ سے خلافت مآب کے اطمینان قلب کے لئے یہ الفاظ ان کے کان میں کہے"

اور ۸ر نومبر کے پرچہ میں جو حصہ چھپا ہے۔ اسمیں حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق لکھا ہے:-

"اپنے دیوانوں کے مشغلہ کے لئے مباہلوں کا سلسلہ جاری کر دیا"

پھر لکھا ہے:-

"اب جبکہ ہر طرف سے زک کھا کر مباہلے کے ڈورے ڈالنے کی کہیں گنجایش نہ رہی۔ اور ادھر سیدنا مولوی محمد علی صاحب نے اتمام حجت کے ذریعہ سے محمودی کیمپ پر گولہ باری شروع کر دی۔ تو پھر میاں صاحب کو رویاء والہامات کا جال بچھانے کی ضرورت پڑی۔ تاکہ گمراہ امت محمودیہ تقدس کے رعب میں پھنسی رہ جائے"

پھر لکھا ہے:-

"میاں صاحب کی بیعت کوئی شیطانی وسوسہ ہے جو نمازوں میں آکر اب ہماری پریشانی کا موجب ہو رہا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ قل اعوذ برب الناس کی کثرت سے تلاوت کرے"

یہ تو اس شیریں زبانی کا نمونہ ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق استعمال کی گئی ہے۔ اور ہماری جماعت کو جو جو القاب عطا کئے گئے ہیں۔ وہ علیحدہ ہیں۔ چونکہ ابھی اس مضمون کا سلسلہ جاری ہے۔ اسلئے نامعلوم اور کیا کیا گل فشانی کی جائیگی۔

جن لوگوں کی اپنی حالت یہ ہو۔ ان کی طرف سے درشت کلامی کی شرط پیش ہونا کیسی عجیب بات ہے ہمیں غیر مبایعین کی اس جرأت پر ہمیشہ تعجب آیا کرتا ہے کہ ایک طرف تو وہ نہایت درشت کلامی اور دل آزادی سے کام لیتے ہیں۔ اور دوسری طرف عین اسی وقت صلح کی شرائط پیش کرتے ہوئے درشت کلامی ترک کرنا ایک ضروری شرط بتاتے ہیں۔

کاش! ہمارے بچھڑے ہوئے بھائی حقیقی صلح کے جویاں ہوں۔ اور اسی طرح گلے مل جائیں۔ جس طرح خلافت اولیٰ کے زمانہ میں چھ سال تک ملے رہے۔

اودھ کی سنگلاخ زمین

اخبار حقیقت نے اودھ کے کسی گمنام ونشان گاؤں کے متعلق یہ خبر درج کرتے ہوئے کہ وہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لکھا:

"اگر یہ بزرگ پنجاب کی پیغمبر خیز زمین میں پیدا ہوئے ہوتے۔ تو شاید ان کو وہاں کچھ قدر بھی نہ ہوتی (کیا مطلب؟) لیکن اودھ میں تو انہیں اپنی امت جمع کرنے میں سخت دشواریاں لاحق ہونگی۔ بہرکیف ہم اس "فرستادہ خدا" اور "نبی برحق" کو صرف اسقدر مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ قادیان چلے جائیں۔ اور وہاں کی مسجد اقصیٰ کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر "مرزا محمود احمد صاحب" کی صحبت میں اپنے "دین حق" کی اشاعت کی تدابیر پر غور کریں۔ تو شاید کامیابی کی کوئی صورت نکل آوے"

اسپر شیعہ اخبار اثنا عشری اپنی طرف سے لکھتا ہے:-

"ہم بھی معاصر موصوف کے اس زریں مشورہ کی تائید کرتے ہیں۔ ورنہ ہمیں معلوم ہے کہ اودھ میں اس قسم کے لوگ کبھی بھی نہیں پنپ سکتے"

اگر دونوں معاصر عقل سے کام لیتے۔ تو انہیں معلوم ہوتا کہ ہر جگہ اپنے اپنے وقت میں نبی خیز رہی ہے۔ اور سچے نبی کے وقت میں جھوٹے مدعی نبوت بھی کھڑے ہوتے رہے ہیں۔ ذرا تاریخ دیکھ لیجئے۔ عرب میں بھی ایک سچے کے ساتھ کئی جھوٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ پس اس زمانہ میں جبکہ پنجاب میں ایک سچا نبی مبعوث ہوا۔ تو مسیلمہ اور ابن صیاد جیسوں کا پیدا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔ ہاں افسوس انہیں بات کا ہے۔ کہ وہ لوگ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت کے دعووں کی وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت میں شبہ نہیں رکھتے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ایسی حالت میں عقل وفکر ترک کر کے طعنہ زنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ معاصر شیعہ معاف فرمائے۔ کہ ہم نے اس کی توجہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال کی طرف مبذول کرائی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ان ہی تو شیعوں کے دلوں میں ناسور ڈالے ہوئے ہیں۔ پھر اسی منہاج پر آنے والے کسی اور سے وہ کب خوش ہو سکتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ شیعہ معاصر آئے دن اس قسم کی نیش زنی کے لئے تو موقع نکال لیتا ہے۔ لیکن وہ زبردست مضامین جو شیعہ عقائد کے متعلق ہمارے اخبار ورسالے میں شائع ہوتے ہیں

خطبہ جمعہ

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(فرمودہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

سالانہ جلسہ کیلئے خدمات پیش کرنے کی تحریک

میرا منشا ہے۔ کہ آج بھی اس سلسلہ مضامین کی ایک اور شاخ کے متعلق میں آپ لوگوں کو کچھ سناؤں جس کے متعلق میں کئی ہفتوں سے بیان کر رہا ہوں۔ مگر اس دفعہ بھی میں ایک شاخ کو ہی لینا پسند کرتا ہوں۔ اور اصل مضمون کو اور پیچھے ڈالتا ہوں۔ تاکہ وقفے وقفے سے بات کانوں میں پڑے اور اس پر آپ لوگوں کو زیادہ غور کرنے کا موقع مل سکے لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس شاخ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں ایک اور بات جو اس وقت کی ضروریات کے متعلق ہے۔ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سالانہ جلسہ پھر قریب آ رہا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت صاحبؑ کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مہمان نوازی کرنا ضروری فرض ہے۔ اور اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مہمان نوازی چونکہ فرائض اسلام میں سے ایک فرض ہے۔ اس لئے اس کے متعلق میں کچھ زیادہ بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اور جو کچھ بیان کرنا ہے۔ اسے بھی میں اس وقت کے لئے چھوڑتا ہوں۔ جو جلسہ کے زیادہ قریب ہوگا۔ اس وقت میں ایک اور بات بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

ہر کام کے لئے مشق کی ضرورت

میں نے پچھلے سال بیان کیا تھا۔ کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور معمولی سے معمولی کام بھی بغیر مشق کے نہیں آ سکتا۔ ایک مزدور جو ایک جگہ سے ٹوکری اٹھا کر دوسری جگہ ڈال دیتا ہے۔ اسے دیکھنے والا سمجھتا ہے۔ یہ بہت معمولی کام ہے۔ اور میں اسے بآسانی کر سکتا ہوں۔ تم میں سے بیسیوں نے مزدور کو ٹوکری اٹھاتے دیکھا ہوگا۔ اور وہ کہتے ہونگے کہ اس کے لئے کسی مشق کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ذرا ڈھو کر دکھاؤ۔ [illegible] ہو۔ تین چار ہی بار جب ٹوکری اٹھانے کے لئے جھکو گے اور اٹھا کر دوسری جگہ ڈالو گے تو پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ کام بھی ایسا نہیں ہے کہ یونہی آ جائے۔ بلکہ ٹوکری اٹھانے والے مزدور کی کمر کئی مشقوں کے بعد ایسی بنی ہے۔ کہ وہ دیر تک ٹوکری کی مشقت برداشت کر سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ تم اس سے زیادہ طاقتور ہو۔ اسے اٹھا کر زمین پر گرا سکو۔ اس کی گردن ہاتھ سے پکڑ کر اس قدر زور سے دبا سکو۔ کہ اسکی چیخیں نکل جائیں۔ اور وہ چھڑا نہ سکے مگر اس کے مقابلہ میں تم ٹوکری نہیں اٹھا سکو گے۔ ایک پہلوان جو بڑے طاقتور انسان کو گرا سکتا ہے۔ یا کلائی پکڑنے کا ماہر جو مضبوط سے مضبوط آدمی کی کلائی پکڑ کر چھوڑتا نہیں۔ اور اس کی ہڈی ٹوٹنے کے قریب کر دیتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک مزدور جو نہ تو کشتی کر سکتا ہے۔ اور نہ کلائی پکڑنا جانتا ہے۔ جب ٹوکری اٹھائیگا تو پہلوان اور کلائی کا ماہر رہ جائیگا۔ اور ہرگز مقابلہ نہیں کر سکیگا کیونکہ ٹوکری اٹھانے کی اسے مشق نہیں ہوگی۔ اور مزدور کو اس کام کی مشق ہوگی۔

جلسہ کے انتظام میں نقائص کی وجہ

پس کوئی معمولی سے معمولی کام بھی بغیر مشق کے نہیں آ سکتا۔ میں نے بتایا تھا کہ ہمارے جلسہ کے انتظامی معاملات میں جو نقص رہ جاتے ہیں۔ وہ اس لئے نہیں کہ کام کرنے والوں میں اخلاص اور محبت کی کمی ہے۔ یا وہ اپنی طرف سے پوری کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ اسکی وجہ مشق کی کمی ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے کام کو کرنے لگتے ہیں۔ جو انہوں نے سال بھر نہیں کیا ہوتا۔ اور بغیر مشق کے کام پر کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔

ماہرین فن بھی مشق کرتے ہیں

میں تو ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں مجھے ایسی باتوں کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ اور ہمارے ہاں تو شہروں میں بھی ایسی باتیں دیکھی نہیں جا سکتیں۔ مگر میں کتابوں کے پڑھنے کا بہت شائق ہوں۔ اور اتنا کہ کتابوں کا کیڑا کہنا چاہیئے۔ میں ہر فن ہر مذاق اور ہر رنگ کی کتابیں پڑھتا رہتا ہوں میں نے پڑھا ہے۔ کہ بڑے بڑے مشاق ایکٹر (Acter) بھی جب کوئی کھیل کرنے لگتے ہیں تو پہلے اس کی مشق کر لیتے ہیں۔ اور اپنے طور پر وہ کھیل کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ کہ کوئی نقص اور کمی تو نہیں رہ گئی۔ حالانکہ اس فن میں وہ بہت ماہر ہوتے ہیں۔ بات یہی ہے۔ کہ ہر کام کے کرنے سے پہلے اس کی مشق ضروری ہے

ایک مشاق کی مثال

دیکھو ایک پولیس مین جو اکیلا کھڑا ہوتا ہے۔ ہزاروں گاڑیوں کو ایسے مقام سے بآسانی گزرا دیتا ہے۔ جہاں چوراہا یا چھ راہا ہوتا ہے۔ جیسا کہ بمبئی جیسے شہروں میں ایک مقام پر کئی کئی رستے ملتے ہیں۔ اگر وہ ذرا بے احتیاطی سے کام لے۔ تو ایک دن ایسا نہ گزرے جس میں بیسیوں خون نہ ہو جائیں۔ ایک طرف سے بیل گاڑی آتی ہے۔ دوسری طرف سے گھوڑا گاڑی۔ تیسری طرف سے موٹر۔ لیکن اکیلا پولیس مین ایک سیٹی سے سب پر حکومت جمائے رکھتا ہے۔ اس کی نظر چاروں طرف پڑتی ہے۔ اور وہ عمدگی سے سب کو اپنے انتظام کے نیچے رکھتا ہے۔ اور احتیاط کے ساتھ گذارتا ہے۔ اس کی بجائے اگر چار بی۔ اے بھی کھڑے کر دئے جائیں۔ تو کچھ نہیں کر سکینگے۔ کیونکہ انہیں اس کام کی مشق نہ ہوگی۔ عقل۔ فہم۔ فراست اور علم اس موقع پر کچھ کام نہ دیگا۔ بلکہ وہی پولیس مین کام کر سکیگا۔ جو مشاق ہوگا۔

دوسری مثال

اسی طرح ایک زمیندار جو پڑھا لکھا نہیں جانتا۔ اور فی الواقع نہیں جانتا۔ کہ بیج سے سبزہ کس طرح نکلتا ہے۔ وہ ہر سال بیج ڈالتا ہے اور کھیتی کاٹتا ہے۔ اس سے اگر پوچھو کہ کیونکر بیج سے سبزہ نکلتا ہے۔ کس طرح کھیتی بڑھتی ہے۔ ایک چھوٹی سی چیز (بیج) کس طرح ایک بڑے پودے کا باعث بنتی ہے۔ ایک دانے سے سو بلکہ اس سے بھی زیادہ کس طرح بن جاتے ہیں۔ تو اول تو وہ کچھ جواب نہ دے سکیگا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ کہیگا۔ تو یہ کہے گا۔ کہ اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے۔ بیشک یہ اللہ کی باتیں ہیں۔ لیکن ایسی نہیں کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بلکہ ایسی ہیں۔ کہ بندہ بھی جان سکتا ہے۔

کر سکتے۔ یہ کی معمولی باتیں ہیں۔ مگر جس طرح ایک زمیندار عمدگی سے بیج بوتا اور کھیتی کاٹتا ہے۔ اس طرح زراعتی کالج کے پروفیسر سے بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسے علم تو حاصل ہے۔ لیکن مشق نہیں۔ اور مشق کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جا سکتا۔

مشق کس طرح ہو

پس چونکہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی مشق سے ہی آسکتی ہیں۔ اس لئے میں نے کہا تھا۔ کہ جلسہ پر جو کام کرنے ہوتے ہیں۔ ان کی پہلے مشق کرائی جائے۔ مثلاً لوگوں کو ریسیو Receive کرنا ان کا اسباب اٹھانا زیادہ تعداد میں آجائیں۔ تو ان کا انتظام کرنا۔ یہ سب باتیں مشق چاہتی ہیں۔ ورنہ خواہ مہمانوں کو Receive کرنے کے لئے بی۔ اے چلے جائیں۔ کچھ نہیں کر سکینگے۔ اور انتظام میں نقص ہی رہیگا۔

سٹیشنوں پر دیکھا ہے۔ اسباب کے لئے جب قلی کئے جائیں۔ اور پھر کوئی خود کوئی چیز اٹھانے لگے۔ تو قلی شور مچا دیتے ہیں۔ کہ نہ اٹھاؤ۔ حالانکہ اس میں انھی کا فائدہ ہوتا ہے۔ کہ بوجھ کم ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ دوسرا آدمی بوجھ اٹھانے کا مشاق نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسے رنگ سے اٹھاتا ہے۔ جو ٹھیک نہیں ہوتا۔ اور انہیں آسانی نہیں ہوتی۔ قلی مشاق ہوتے ہیں۔ اور ترکیب سے کئی کئی چیزیں ایک بار اٹھا لیتے ہیں۔

میں نے گذشتہ سال نصیحت کی تھی۔ کہ جلسہ کے کام کے لئے مشق کی جائے۔ جو جو کام کسی نے کرنا ہو وہ تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً سالن کون تقسیم کریگا۔ روٹی کون تقسیم کریگا۔ اسباب کے لئے کون کون جائیگا۔ مہمانوں کو اتارنے کا کام کون کریگا۔ اسی طرح سب کاموں کی تقسیم کر دی جائے۔ اور جن کے ذمے یہ کام لگائے جائیں۔ وہ مشق کریں۔ سرکاری درباروں میں جو جو کام کسی کے سپرد ہوتا ہے۔ اس کی کئی کئی بار مشق کرائی جاتی ہے۔ جنہوں نے پہرہ دینا ہوتا ہے۔ یا راستہ کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ انھیں وہاں کھڑا کر کے مشق کراتے ہیں۔ اور جو غلطیاں ہوں۔ ان کی اصلاح کراتے ہیں۔

اسی رنگ میں یہاں بھی مشق ہونی چاہئے۔ مگر پچھلے سال جو خطبہ میں نے پڑھا تھا۔ وہ تو ہوا ہی میں اڑ گیا۔ کیونکہ زمین پر مجھے اس کا کوئی نشان نہ ملا۔ اور جس طرح پہلے شکایتیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح اس سال بھی ہوئیں۔

جلسہ کے کام کیلئے خدمات پیش کرو

اس سال پھر میں نے بتایا ہے۔ کہ اس طرف توجہ کرو افسر نے تو توجہ کی ہے۔ اس نے مجھے یاد دلایا ہے۔ کہ آپ نے گذشتہ سال یہ کہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ اسکو تو یاد ہے۔ اب میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ جن جن سے ممکن ہو۔ حتیٰ کہ وہ بھی جنہیں اپنا کام ترک کر کے حصہ لینا پڑے۔ سوائے ان کے جو سارا سال کام کرتے ہیں۔ وہ ریزرو کے طور پر اس وقت تک رہینگے۔ جب تک ان کے کام کرنے کا موقع نہیں آتا۔ وہ اپنا کام کریں۔ باقی اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ اور جو خدمت ان کے لئے مقرر ہو افسروں کے ماتحت اس کی مشق کریں۔ اور اپنے آپ کو کام کرنے کا عادی اور مشاق بنائیں۔

میں نے دیکھا ہے۔ بہت سی شکایات اسی وجہ سے ہوتی ہیں۔ کہ کام کرنے والوں کو اس کام کی مشق نہیں ہوتی۔ مثلاً اسباب کے متعلق ہی شکایت ہوتی ہے۔ کہ سٹیشن پر آدمی موجود نہیں ہوتے۔ اسکی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ جن کو وہاں مقرر کیا جاتا ہے انہیں ایک جگہ بہت دیر تک کھڑے رہنے کی عادت نہیں ہوتی۔ وہاں طالب علموں کو بھیجا جاتا ہے۔ ایک طالب علم یہ تو کر سکتا ہے کہ پندرہ گھنٹے ایک کتاب کے پڑھنے میں لگا دے۔ لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ اتنا عرصہ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا رہ سکے۔ کبھی اسے پیشاب آجائیگا۔ کبھی پاخانہ۔ کبھی کوئی اور بات پیدا ہو جائیگی۔ اور ایسا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی طبیعت اور مشق کے خلاف کام ہے۔ لیکن جو کھڑا رہنے کا عادی ہوگا۔ وہ باقاعدہ کھڑا رہ سکیگا۔

یا اور کام ہیں۔ مثلاً کھانا کھلانا۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ پرچیاں تقسیم کرنے والے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے کام نہ کر سکنے کی وجہ سے شکایتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ انھیں مشق نہیں ہوتی۔ اور وہ ایسا کام کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ لیکن اگر مشق کرائی جائے۔ اور زیادہ نہیں پچاس ہی آدمی ہوں۔ جو بار بار پرچیاں مانگیں۔ اور ہجوم بن کر ان کے گرد جمع ہو جائیں۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کام کرنے والوں میں کیا کیا نقص ہیں۔ اور پھر ان کو دور کیا جا سکتا ہے۔

پس پہلے تو میں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جن جن سے ممکن ہو سکے۔ اور اکثر سے ممکن ہے۔ اور چند مستثنیات کو چھوڑ کر باقی کام کر سکتے ہیں۔ اور انہیں کرنا چاہیئے انہیں جلسہ کے افسر کے پاس اپنی خدمات پیش کرنی چاہئیں۔ اور افسروں کے ماتحت مشق شروع کر دینی چاہیئے۔ تاکہ موقع اور وقت پر مفید ثابت ہو سکیں۔

سلسلہ کے کام کرنیوالے ملازم نہیں کارکن ہیں

اب میں اس مضمون کی طرف آتا ہوں۔ جس کا بیان کرنا آج میرا مقصد ہے۔ لیکن اس کے شروع کرنے سے پہلے میں ایک فرع بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔

اصلی حقیقت اور اثرات

ہم دیکھتے ہیں۔ دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ تو اصل حقیقت ہوتی ہے۔ اور کچھ ارد گرد کے اثرات ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان کا ارادہ اور نیت اصل ہے۔ مگر اور کئی چیزیں ایسی ہیں جو ارادہ اور نیت پر اثر ڈالتی ہیں۔ یہ چیزیں چونکہ ضمنی ہوتی ہیں۔ اور نظر نہیں آتیں۔ اس لئے ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور یہ تباہی کا زیادہ باعث ہوتی ہیں۔ مثلاً پاخانہ کو لوگ دیکھتے اور اس سے کراہت کرتے ہیں۔ اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ نہ تو کپڑوں کو لگے۔ اور نہ کھانے کی چیزوں کو۔ یہ تو اس کے براہ راست علم کی وجہ سے ہے۔ لیکن کبھی ضمنی طور پر یہ لگ جاتا ہے اور اس وقت کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ مکھیاں اس پر بیٹھتی ہیں۔ اور پھر کھانے پر آبیٹھتی ہیں۔ ان کے جسم کے ساتھ جو گندگی لگی ہوتی ہے۔ وہ چونکہ نظر نہیں آتی۔ اسلئے اس سے کراہت نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ نجاست کوئی گندی چیز کھا کر بیمار ہونے والے کم نظر آئینگے۔ لیکن

مکھیوں کے ذریعہ گندگی کھانے والے ہزاروں اور لاکھوں بیمار ہوتے ہیں۔ مکھیاں کہیں گلے سڑے زخم پر کہیں پیپ پر۔ کہیں پاخانے پر کہیں کسی اور گندی چیز پر بیٹھتی ہیں۔ اور پھر کھانے پر آبیٹھتی ہیں۔ اور اس طرح اس میں گندگی داخل کر دیتی ہیں۔ یہ ضمنی چیز ہے۔ مگر اسکے جو نقصانات ہیں۔ وہ ظاہرہ گندگی کے نہیں ہیں۔ تو ضمنی باتوں سے بہ نسبت نظر آنے والی چیزوں کے زیادہ نقصان ہوتے ہیں۔ مکھی آجاتی ہے۔ اور کھانے پر آبیٹھتی ہے۔ مگر اس کی پروا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس کے ذریعہ جو گند آتا ہے۔ وہ ایسا باریک ہوتا ہے کہ نظر نہیں آتا۔

نیکیوں میں اصل اور ضمن

نیکیوں کے متعلق بھی یہی بات ہوتی ہے۔ کہ ایک حصہ چیز اصل ہوتی ہے اور ایک حصہ ضمنی۔ جن کے ذریعہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً کسی نیکی کے لئے نیت اور ارادہ تو ہوتا ہے۔ لیکن انسان کر نہیں سکتا۔ کیونکہ ارادہ اور نیت کمزور ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات ایسی ضمنی باتیں شامل ہو جاتی ہیں۔ کہ انسان کر لیتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ ارادہ تو مضبوط ہوتا ہے۔ مگر ضمنی باتیں ایسی آجاتی ہیں۔ کہ انسان ان کی وجہ سے کر نہیں سکتا ؎

مثالیں

اصلی اور ضمنی باتوں کی ایک مثال یہ ہے کہ فوجی لوگ لڑائی میں لڑنے کے لئے جاتے ہیں۔ جنمیں سے بعض بہت ڈرپوک ہوتے ہیں انکی اصل نیت تو یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح اپنی جان بچائیں نہ کہ لڑیں۔ مگر دوسروں کی بہادری دیکھ کر وہ بھی لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات بڑی بہادری کا کام کر لیتے ہیں۔ یا اس طرح کہ پچھلی فوج بہت بہادر ہوتی ہے۔ وہ آگے بڑھتی ہے۔ اور اس کے آگے جو فوج ہوتی ہے۔ اسے بھی مجبوراً آگے بڑھنا پڑتا ہے لوگ اسے دیکھ کر کہتے ہیں۔ کہ یہ فوج بڑی بہادر ہے جو آگے آگے جا رہی ہے۔ لیکن دراصل وہ پچھلی فوج کے مجبور کرنے سے آگے بڑھ رہی ہوتی ہے لیکن کبھی اس کے الٹ بھی ہو جاتا ہے۔ کہ بہادر بزدلوں کے حلقہ میں آتے ہیں۔ اور ان کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت غزوہ حنین میں ہوا تھا۔ ایسے لوگ جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور جن کے حوصلے ایسے نہ تھے۔ جیسے کہ دوسرے لوگوں کے۔ وہ وقت پر بھاگ پڑے۔ اور ان کے بھاگنے پر صحابہ کے قدم اکھڑ گئے۔ ان کے ارادے تو قربان ہونے کے تھے۔ اور اس کے لئے وہ کوشش بھی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک صحابی کہتے کہ میں بھاگتے اونٹ کو پیچھے موڑنے کے لئے اس کی رسی اس زور سے کھینچتا کہ اس کا سر پیچھے آ لگتا۔ مگر پھر جب میں چھوڑتا تو آگے کو ہی بھاگ پڑتا۔ تو ان کی تو خواہش تھی۔ کہ جان دیدیں۔ اور میدان سے نہ ہلیں۔ مگر سامان ایسے ہو گئے۔ کہ بزدلی دکھانی پڑی۔ تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کام کے کرنے کی نیت اور ارادہ تو ہوتا ہے۔ مگر اسکے باوجود ایسے مخالف حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ارادہ کے خلاف انسان کر بیٹھتا ہے اور کبھی ایک کام کے کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ مگر حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ انسان کر لیتا ہے مثلاً کوئی ایسی مجلس میں جائے۔ جہاں ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہوں۔ مگر وہاں کوئی دیندار آدمی آگیا۔ اور اس نے دین کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اب وہ شخص جو ہنسی مذاق کی باتیں سننے کے لئے آیا تھا اٹھنے سے شرم کرتا ہے۔ اور بیٹھا رہتا ہے۔ اور دینی باتوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے یا ایسا ہو کہ ایک شخص نماز کے لئے جانے لگے۔ رستہ کے درمیان کوئی برات اتری ہو اور تماشہ ہو رہا ہو اسے دیکھنے لگ جائے۔ اور نماز کے لئے نہ جا سکے اگرچہ وہ نماز پڑھنے کی نیت اور ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا۔ لیکن حالات ایسے پیدا ہو گئے۔ کہ وہ نیک کام نہ کر سکا تو ضمنی حالات ایسے ہوتے ہیں کہ کبھی تو نیکی کو بدی بنا دیتے ہیں اور کبھی بدی کو نیکی۔ اس بات کو خوب اچھی طرح مدنظر رکھنا چاہیئے ؎

اصل کام سے غافل کرنے والے اسباب

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں ہمارا اصل کام تو وہ ہے جس کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں۔ جن کی وجہ سے آنکھوں پر پردہ پڑ جائے۔ اور غفلت کی ہوا ہمیں تھپک تھپک کر سلا دے۔ اور ہم اسوقت اٹھیں جب سورج بہت چڑھ گیا ہو اسلئے ان حالات کو بغور دیکھنا اور ان کا خیال رکھنا ضروری ہے ؎

ملازمت کا سوال

یہ حالات کئی طرح کے ہیں۔ مثلاً ایک جس کا لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ ملازمت کا سوال ہے۔ جب کام کرنیوالوں کے نام کاغذات میں بطور ملازم کے لکھے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ انجمن کا ملازم ہے۔ اور یہ نظارت کا ملازم۔ یہ فلاں صیغہ کا نوکر ہے۔ اور یہ فلاں دفتر کا نوکر۔ تو یہ "ملازم" اور "نوکر" کا لفظ بولتے ہی وہ تمام باتیں ذہن میں آجاتی ہیں جو دنیاوی کاروبار کرنیوالے نوکروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا دنیا کے نوکروں اور ملازموں کے جو حالات ہوتے ہیں۔ انکو سامنے لاکر یہ لوگ بھی خیال کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ایسے ہی حالات میں ہونا چاہیئے۔ اور اسوجہ سے وہ اپنا اصل کام جو خدمت دین ہے۔ بھول جاتے ہیں۔ ان کی ایسی ہی حالت ہوتی ہے جیسے بچے کھیلتے ہوئے ایک کھیل کا نام "ہوا" رکھتے ہیں۔ مگر جب انہی میں کا کوئی لڑکا ہوا بن کر ہو ہو کرتا ہے۔ تو بعض لڑکے واقعہ میں ڈر جاتے اور رونے لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ انہوں نے جس کا نام ہوا رکھا ہے۔ وہ اصل بھول جاتا ہے۔ اور نام غالب آجاتا ہے۔ حالانکہ اول تو وہ اسے شروع ہی کھیل کے طور پر کہتے ہیں۔ اور پھر دیکھتے ہیں۔ کہ ہم میں سے ہی ایک لڑکا ہے۔ لیکن نام کا انپر ایسا اثر ہوتا ہے کہ رونے لگتے ہیں۔ یہی حال ایسے لوگوں کا ہوتا ہے۔ انپر بعض باتیں ایسا اثر کرتی ہیں کہ وہ حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔ اور یہ بات دنیا کے کاموں میں اس کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے کہ مجھے مثالوں کے ذریعہ اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر یہ ایک وسیع مضمون ہے۔ اگر میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تو جو بات آج بیان کر رہا ہوں۔ یہ رہ جائیگی ؎

نام کا اثر

بات یہ ہے۔ کہ لوگ جو نام اختیار کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کی خصوصیات ان میں نہ پائی جائیں۔ اس کا انپر اثر ہوتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ اس کی خصوصیات ان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کسی کو

بادشاہ بادشاہ کہنے لگ جاؤ۔ کچھ عرصہ میں اس کی چال رفتار اور گفتار میں زمین آسمان کا فرق پڑ جائیگا ؛

نوکر اور ملازم کا لفظ ایسا ہے کہ اپنے اندر کچھ خصوصیات رکھتا ہے۔ بعض ایسے بھی الفاظ ہوتے ہیں۔ جن کی خصوصیات کم ظاہر ہوتی ہیں۔ اور انکی خصوصیات سے کم لوگ واقف ہوتے ہیں۔ لیکن نوکر کا لفظ چونکہ عام ہے۔ لوگ خود نوکر رکھتے ہیں۔ اور نوکر بنتے ہیں۔ دوسروں کو نوکر ہوتا دیکھتے ہیں۔ نوکروں سے ملتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں اسلئے اس کی خصوصیات سے سارے لوگ واقف ہیں۔ اور جب یہی لفظ ہمارے ہاں کام کرنیوالے اپنے متعلق سنتے ہیں۔ تو یہ بات ہی بھول جاتے ہیں۔ کہ وہ قادیان کس غرض کے لئے آئے۔ اور ان کا کام اور مقصد کیا ہے۔ نوکر نوکر اور ملازم۔ ملازم کا لفظ آہستہ آہستہ ان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اور وہ بھول جاتے ہیں۔ کہ وہ کیوں یہاں آئے ؛

یہاں کام کرنے والوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو۔ جو ملازمت کی غرض سے یہاں آیا ہو۔ اور ان میں سے کئی ایسے ہیں۔ کہ اگر باہر کام کرتے۔ تو انھیں بہت زیادہ تنخواہ ملتی۔ اور اچھی ملازمت حاصل کر لیتے۔ مگر اس لفظ نے ان کی عقل پر پردہ ڈال دیا اور وہ اپنے آپ کو ایک ملازم کی حیثیت میں سمجھنے لگ گئے ؛

ملازم کی بجائے کارکن

ان حالات کے پیدا ہونے کی وجہ سے میں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ انجمن اور نظارت کے ماتحت جتنے کام کرنیوالے ہیں۔ انھیں آیندہ ملازم نہ کہا جائے۔ بلکہ کارکن کہا جائے۔ "کارکن" کے لفظ میں تنخواہ کا خیال ہی نہیں آتا۔ اور ہمارے ہاں بہت سے کام ایسے ہیں جو بغیر تنخواہ کے کرائے جاتے ہیں۔ اور اگر کچھ دیا بھی جاتا ہے۔ تو وہ بدلے کے طور پر نہیں ہوتا۔ بلکہ محض گذارے کے طور پر ہوتا ہے۔ ورنہ اگر نوکری کا معاملہ ہو تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ انھیں بہت کم تنخواہ ملتی ہے اور زیادہ تنخواہ کا مطالبہ کرنے کا انھیں حق ہے۔ لیکن اگر نوکر کا لفظ ہی نہ رہے۔ تو ملازمت کے حقوق کا سوال ہی نہیں اٹھیگا۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے۔ اور اس کے کرنے پر جس کو جو کچھ بھی ملتا ہے۔ اس کا نام تنخواہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ انعام ہے۔ اور بہت بڑا انعام ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسے بدلا تو پہلے ہی دیا ہوا ہے۔ اب جو کچھ دیتا ہے وہ زاید انعام کے طور پر دیتا ہے۔ اس طرح بالکل نقشہ ہی بدل جاتا ہے۔ ایک صورت میں تو یہ نقشہ ہوتا ہے۔ کہ تنخواہیں کم ہیں اور کام زیادہ۔ مگر دوسری صورت میں تنخواہ کا سوال ہی نہیں رہتا۔ جو کچھ کوئی کرتا ہے خدا کے لئے کرتا ہے۔ اسلئے میں نے حکم دیا ہے۔ کہ آیندہ کے لئے ملازم کا لفظ ہی اڑا دیا جائے۔ اور کام کرنے والوں کو کارکن کہا جائے ؛

کوئی احمدی غیر کارکن نہیں

لیکن میرے پاس ایک شکایت پہنچی ہے۔ اور جائز شکایت ہے۔ کہ جو لوگ ریزرو (Reserve) ہیں۔ اور یہاں رہتے ہیں۔ انکو ایک اعلان میں غیر کارکن کہا گیا ہے۔ اس طرح وہ غرض پھر فوت ہو جائیگی۔ جس کے لئے میں نے کارکن کا لفظ تجویز کیا ہے۔ کیونکہ جب ایسے لوگوں کو غیر کارکن کہا جائیگا۔ تو وہ اپنے آپ کو بے کار سمجھ لینگے۔ اور کام کرنے کے ناقابل ہو جائینگے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ بعض ایسے نام ہوتے ہیں۔ جن کا الٹ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً مجاہد کا لفظ ہے۔ مجاہد عربی میں اسکو کہتے ہیں جو دین کی خدمت میں اپنی جان تک لگا دے۔ مگر دوسروں کو غیر مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ ایک شخص جو دینی جنگ پر گیا ہے۔ مجاہد ہے۔ لیکن ایک کمزور جو جنگ پر نہیں جا سکا۔ غیر مجاہد نہیں ہوگا۔ اور یہ لفظ اس کے متعلق استعمال نہیں کیا جائیگا کیونکہ اس سے اسکے ایمان پر اثر پڑتا ہے۔ پس جسطرح مجاہد کے لفظ کا الٹ غیر مجاہد ان لوگوں کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا جو جہاد میں شامل نہ ہوں۔ اسی طرح کارکن کے لفظ کا الٹ غیر کارکن نہیں استعمال ہو سکتا۔ کارکن سے مراد صرف یہی ہے کہ وہ لوگ جو کام پر لگے ہوئے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو منتظر ہیں کہ انہیں کام پر لگایا جائے۔ مگر ابھی لگائے نہیں گئے۔ غیر کارکن کا لفظ سستی اور غفلت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے استعمال کا نتیجہ بھی اچھا نہیں نکل سکتا۔ اسلئے یہ استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ کارکن اصطلاح ہے۔ جو کام پر لگے ہوئے لوگوں کے لئے استعمال کی جائیگی ؛

پس ایک تجویز یہ ہے کہ "ملازم" اور "نوکر" کا لفظ اڑا دیا جائے۔ کیونکہ دین کی خدمت کرنیوالے نوکر نہیں کہلا سکتے۔ اور جو خدمت کرتے ہیں وہ بطور ملازم اور نوکر نہ رہیں بلکہ بطور کارکن رہیں۔ ہاں یہ فرق ہونا چاہیئے اور یہ ضروری ہے کہ اگر ہم اس اصطلاح کو صحیح طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اگر کوئی غیر احمدی یا ہندو یا سکھ یا عیسائی ملازم ہو تو اسے نوکر ہی کہا جائے۔ وہ نوکر ہوگا۔ لیکن اگر کوئی احمدی کام کرتا ہے خواہ اس کا کام کتنا ہی چھوٹا ہے تو بھی اس کا چونکہ یہ فرض ہے۔ اسلئے وہ ملازم نہیں۔ بلکہ کارکن ہوگا ؛

یہ تجویز میں نے اسلئے کی ہے۔ کہ اسماء کے فرق کی وجہ سے حقیقت میں بھی بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ تم ایک لڑکے کو شریر شریر کہتے رہو۔ اگر وہ شریر نہیں ہوگا۔ تو شریر ہو جائیگا اسی طرح اگر کسی کو نیک نیک کہو۔ تو وہ کئی شرارتیں چھوڑ دیگا اور نیک ہو جائیگا۔ اسی لئے شریعت نے رکھا ہے۔ کہ کسی کو گالی نہ دو۔ کیونکہ جس قسم کی گالی دی جائے اسی قسم کی اس میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے ؛

تنخواہ کے اڑانے کا سوال

اس کے علاوہ میں اور باتیں بھی سوچ رہا ہوں۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا ہے۔ کہ تنخواہ کو اڑا دیا جائے اور ضروریات کے لئے کچھ دیا جائے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ یہ طریق مفید ہو سکتا ہے۔ مگر تنخواہ اڑانے سے بعض ایسے فتنے پیدا ہونے کا احتمال ہے کہ جن کا ازالہ ہم فی الحال نہیں کر سکتے۔ اور اسوقت اس تجویز کے خطرات فوائد کی نسبت زیادہ ہیں۔ مگر میں اسپر بھی غور کر رہا ہوں۔ اور اور تجویزیں بھی میرے زیر غور ہیں ؛

عدم قناعت اور اس کے نقصان

اور ایک بات بھی ہے۔ جو دنیا میں فتنہ و فساد کی بہت بڑی موجب ہے اور وہ یہ کہ جب کسی قوم سے قناعت مٹتی ہے۔ تو پھر اس کی حالت گرتی چلی جاتی ہے۔ اور بہت سا دخل ان جھگڑوں میں جو تنخواہوں۔ عہدوں درجوں اور ترقیات کے متعلق ہوتے ہیں۔ اسی عدم قناعت کا ہوتا ہے۔ ایسا شخص جو عدم قناعت کی وجہ سے تنخواہ کے متعلق جھگڑا کرتا ہے۔ اسکو اگر

ایک لاکھ تنخواہ بھی دیدو۔ تو پھر بھی اس کی حالت درست نہ ہوگی۔ کیا ہم دنیا میں نہیں دیکھتے۔ کہ جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں روپے ہوتے ہیں۔ وہ بھی اور جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اور انہیں ہر وقت یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ اور کمائیں ان کے مقابلہ میں ہم دنیا میں ایسے لوگ بھی دیکھتے ہیں۔ جو غریب اور کنگال ہوتے ہیں۔ دس بیس روپے جو ان کی آمدنی ہوتی ہے۔ اسی کو استعمال کرتے۔ اور جو کچھ ملتا ہے۔ صبر شکر سے کھا کر آرام کی نیند سو رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کہ روپیہ کی زیادتی اور زیادہ جمع کرنے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ ہم کئی کروڑ پتی ایسے بھی دیکھتے ہیں جنہیں یہ خواہش نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے کئی ایسے غریبوں کو دیکھتے ہیں۔ جنہیں ہر وقت یہی دھن ہوتی ہے۔ کہ روپیہ جمع کریں۔ پس دنیا میں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کئی امیر روپیہ جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اور کئی غریب صبر و شکر سے گذارہ کرتے ہیں۔ پھر کئی غریب دولت اکٹھا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور کئی امیر اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اصل چیز دل کی قناعت ہی ہے جس کے دل میں قناعت ہو چاہے وہ امیر ہو یا غریب وہ اپنی حالت پر مطمئن ہوگا۔ اور جس کے دل میں یہ نہ ہو۔ وہ خواہ امیر ہو یا غریب اسے اطمینان حاصل نہ ہوگا۔ اور کبھی حاصل نہ ہوگا۔ اگر دنیا کی ساری دولت اور مال بھی اسے حاصل ہو جائے۔ تو پھر بھی وہ ستاروں کی طرف دیکھیگا۔ کہ یہ کیسے خوبصورت ہیں یہ بھی مجھے حاصل ہو جائیں۔ ایسے شخص کو اگر ساری دنیا کا سونا چاندی۔ لعل و جواہرات دے دیئے جائیں۔ دنیا کی تمام کی تمام نعمتیں اسے دیدی جائیں اور تمام لوگوں سے کھانے پینے کی اشیا چھین کر اس کے سپرد کردی جائیں۔ ہر قسم کے کپڑے سب سے لیکر اس کے حوالہ کردئے جائیں تو بھی وہ کبھی پاتال کی طرف دیکھیگا۔ اور کبھی آسمان کی طرف۔ اور کہیگا نہ معلوم زمین میں کیا کیا خزانے اور کیا کیا چیزیں مدفون ہیں۔ وہ مجھے مل جانی چاہئیں۔ اور نہ معلوم آسمان پر کیا کیا چیزیں ہیں۔ اور یہ چمکنے والے ستارے کس قدر قیمتی ہیں۔ یہ بھی میرے پاس ہونے چاہئیں۔ پھر اگر زمین کے سارے خزانے اور ساری قیمتی چیزیں بھی نکال کر اس کے حوالہ کردی جائیں۔ اور آسمان کے ستارے بھی اس کو مل جائیں۔ تو بھی اسے صبر نہیں آئیگا۔ اور وہ اور کی خواہش رکھیگا۔ مگر جس کے دل میں قناعت ہوگی۔ اس کی یہ حالت ہوگی کہ وہ فاقہ سے رات کو سوئیگا۔ اور یہ کہتے ہوئے خدا کا شکر ادا کریگا۔ کہ مجھے صبح تو کھانے کو روٹی مل گئی تھی۔ معلوم نہیں کتنوں کو صبح کی روٹی بھی میسر نہ آئی ہوگی یا اگر دیندار ہوگا۔ تو کہیگا الحمدللہ میں بھوکا تو سویا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ اور خواہ میری جان بھی بھوک سے نکل جائے۔ میں کسی امیر سے سوال نہیں کرونگا۔ اور اس بات پر خوش ہونگا۔ کہ میں صرف اللہ کا ہی بندہ ہوں۔ بندوں کا بندہ نہیں بنا۔

ولایت کے امیر اور ہندوستان کے غریب

تو اصل چیز دل کی قناعت ہوتی ہے۔ اور قوم کی ترقی اور سربلندی کے لئے اسی کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ جس قوم کے دل سے یہ نکل گئی۔ وہ قوم تباہ ہوگئی۔ اور تباہ ہو جائیگی۔ دیکھو ہمارے ملک کے زمیندار غریبی اور تنگدستی میں جس اطمینان سے زندگی گذارتے ہیں۔ وہ یورپ کے بڑے بڑے مالداروں کو حاصل نہیں ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک کے لوگوں کی یہ حالت ہے۔ کہ یہاں کے نمبرداران کپڑوں کو جو ولایت کا چوہڑا بھی ردی کر کے پھینک دے۔ خوشی سے خرید کر پہنتے ہیں۔ مگر ان لوگوں میں چونکہ قناعت نہیں۔ اور انہیں ہے اسلئے ان کی زندگی ان کے مقابلہ میں آرام سے گذرتی ہے۔ یہ لوگ جو جوار کی روٹی کھائیں زمین پر سوئیں۔ اور پتھر کا تکیہ لگائیں تو بھی کہتے ہیں۔ اللہ کا بڑا شکر ہے۔ مگر وہاں کا مالدار بھی یہی کہیگا کہ ہم بھوکے مر گئے۔ فاقہ زدہ ہو گئے۔ اور اس فاقہ کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ فلاں امیر نے آج جو کھانا کھایا ہے۔ وہ اس نے نہیں کھایا۔ وہ کہیگا ہم چیتھڑوں میں زندگی بسر کرتے ہیں حالانکہ وہ چیتھڑے یہاں لاکر بیچے جائیں تو یہاں کے کئی امیر انہیں خرید لیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ان کے دلوں سے قناعت اڑ گئی ہے۔ انہیں دولت کا نشہ ایسا چڑھ گیا ہے۔ کہ جسے پورا کرنے کے لئے انہیں زیادہ سے زیادہ کی خواہش لگی رہتی ہے۔ ان کی ایسی ہی حالت ہے۔ جیسے ایک شرابی کا جب تھوڑی دیر بعد نشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو وہ بے چین ہو کر اور مانگتا ہے لیکن جو پیتا ہی نہیں وہ آرام سے لیٹا رہتا ہے۔ ہر نشہ والا حرص کی طرف جاتا ہے۔ اور اس کا پیٹ کبھی بھرتا ہی نہیں۔ کیونکہ نشہ کی کوئی حد ہی نہیں کہ کہا جائے فلاں حد تک جاکر نشہ والے کو صبر حاصل ہو جائیگا

قناعت کا ٹوٹنا

تو قناعت کے ٹوٹنے سے قومی عمارت کی ساری دیواریں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور اسی سے سب فتنے پیدا ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں۔ بعض غلطیوں کی وجہ سے قناعت ٹوٹی ہے۔ اگر قناعت نہ ٹوٹتی تو خواہ یہ صورت بھی ہو جاتی کہ کپڑے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ستر ڈھانکنے کے لئے اور ایک کھجور منہ میں ڈالنے کے لئے مل سکتی تو بھی یہ حالت نہ ہوتی۔ جو اب ہوتی ہے۔

بات یہ ہے۔ کہ ہم اپنی غفلتوں اور سستیوں میں پڑکر یہ بات بھول جاتے ہیں۔ کہ ہمارے آقا اور راہنما رسول خدا جس کی جوتیاں اٹھانا ہمارے لئے بہت ہی بڑے فخر کی بات ہے اس کی خوراک بعض اوقات اتنی بھی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کا پیٹ بھر سکے۔ اور یہ بات ہمارے ذہن سے نکل جاتی ہے۔ کہ تیرہ سو سال گذرے جب ہمارا آقا پیٹ پر پتھر باندھے کام کیلئے چلا جا رہا تھا۔ اس بات کو ہم بھول جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ خدا نے محض اپنے فضل سے ہمیں وہ سامان عطا کر دیئے ہیں۔ جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایک مومن کو تو اگر یہ خوف نہ ہو۔ کہ وہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں کی بے قدری کرنیوالا ٹھہریگا۔ تو وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر وہی حالت ہوتی۔ جو رسول کریمؐ کے وقت میں تھی۔ مگر اس کا دل ڈرتا ہے۔ کہ خدا نے جو نعمت دی ہے۔ اسے وہ کیونکر رد کرے۔

سوال کرنے کی عادت

تو قناعت کے نہ ہونے سے ایسی حالت پیدا ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے ایک یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ سوال کی عادت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس عادت کے مٹانے سے قناعت پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مانگنے والے کو دیکھکر دوسروں کی نظر سے مانگنے کی برائی اٹھ جاتی ہے۔ اور وہ بھی سوال کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ سوال کرنا ہماری شریعت نے بہت برا قرار دیا ہے۔ اور حضرت عمر تو مانگنے والوں کی تھیلیاں چھین کر پھینک دیتے تھے۔ سوال کرنا ایک بہت بری بات ہے۔ لیکن ہماری جماعت کے کئی لوگوں نے اس کو محسوس نہیں کیا اور بہت ہیں۔ جو اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ایک صحابی کے متعلق آتا ہے۔ اس نے رسول کریم سے کچھ مانگا آپ نے دیا۔ اس نے پھر مانگا۔ آپ نے دیا۔ پھر مانگا۔ آپ نے دیا۔ اور اس پر وہ مطمئن ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا مال تو تم نے لیلیا ہے۔ اب میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ جو اس مال سے بھی قیمتی ہے۔ اور وہ یہ کہ سوال کرنا بہت برا ہے۔ یہ نصیحت اس نے سن لی اور چلا گیا۔ دیکھو ان لوگوں کے ایمان کیسے مضبوط تھے۔ ایک مرتبہ عین اس وقت جبکہ لڑائی کی حالت تھی۔ اسی صحابی کے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ اور وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک دوسرا شخص اسے کوڑا اٹھا کر دینے لگا۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ دینا میں خود نیچے اتر کر اٹھا لونگا۔ میرا گھوڑے پر خاموش بیٹھے رہنا بھی سوال کرنے کی ایک صورت ہے۔ اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ کہ کبھی سوال نہ کرونگا۔ چنانچہ اس نے خود اتر کر اٹھایا۔ تو قناعت سوال کرنے سے ٹوٹتی ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ میں اس کے متعلق

قادیان میں سکنی زمین

۱۔ محلہ دارالرحمت میں [illegible] فی مرلہ زمین فی الحال ختم ہو چکی ہے۔ مگر قادیان کے قریب احمدیہ سٹور کے پاس نہایت عمدہ موقع کی زمین موجود ہے۔ قیمت حسب موقعہ [illegible] فی مرلہ ہے۔ ۲۔ محلہ دارالفضل شرقی میں [illegible] فی مرلہ والی زمین مل سکتی ہے۔ نیز اس محلہ میں برلب سڑک کلاں یعنی سڑک موضع کھارا پر بھی جگہہ موجود ہے۔ قیمت [illegible] فی مرلہ ہے۔ محلہ دارالفضل غربی میں جگہہ فی الحال ختم ہو چکی ہے۔ ۳۔ محلہ دارالفضل شرقی کے جنوب مشرق میں سڑک موضع کھارا کے اوپر سالم کھیت قابل فروخت موجود ہے۔ خریدنے والوں کو سالم کھیت لینا ہوگا۔ اور رستے اپنے چھوڑنے ہونگے۔ کوئی کھیت پانچ کنال کا ہے۔ کوئی ساڑھے چار کا کوئی آٹھ کا وغیرہ وغیرہ موقعہ اچھا ہے۔ قیمت [illegible] فی مرلہ ہے۔ **نوٹ**:۔ بڑی سڑک کے اوپر کسی موقعہ پر بھی دو کنال سے کم جگہہ نہیں دیجاتی مگر اندرون محلہ دس مرلہ تک بھی جگہہ مل سکتی ہے۔ بلکہ استثنائی طور پر پانچ مرلہ بھی۔ نیز اندرون محلہ بھی باقاعدہ رستے اور گلیاں چھوڑی جاتی ہیں۔ جہاں دوکانیں بن سکتی ہیں۔ شرح مقررہ ہے۔ قیمت نقد وصول کی جاتی ہے۔ جو درخواست کے ساتھ بھیجنی چاہئیے۔ ہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ قیمت قسط وار جمع ہوتی رہے۔ پھر جب پوری قیمت جمع ہو جاوے تو جس جگہہ مناسب قطعہ خالی ہول سکتا ہے۔ اور تمام خریداروں کے ساتھ یہ شرط ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ضرورت کیواسطے جگہہ خریدیں۔ تجارت کرنا مقصود نہ ہو۔ اور نیز یہ کہ خریدنے کے بعد ایک سال کے اندر اندر کم از کم چار دیواری کی بنیاد [illegible] نکلواکر اپنے حدود قائم کرلیں۔

مرزا بشیر احمد قادیان

ہندوستان کی خبریں

شہزادہ ویلز کا بمبئی میں پرجوش استقبال بمبئی ۱۷ر نومبر۔ باوجود استقبال کے بائیکاٹ اور کمیٹی جلسوں کے جو شاہزادہ ویلز کے جہاز سے اترتے وقت کئے گئے۔ شاہزادہ کا اپولو بندر پر اور تمام راستہ میں پرجوش استقبال کیا گیا۔ جونہی کہ شاہزادہ بہادر ایلفی تھیٹر سے جہاں آپ کا استقبال ۵۰ والیان ریاست اور دیگر معززین نے کیا روانہ ہوئے تو حاضرین نے مسرت کے نعرے بلند کئے۔

شاہی پیغام پر چیرز جب سر سوسن ڈیوڈ صدر میونسپل کارپوریشن بمبئی ایڈریس لے کر آئے تو ان کو حیرت ہوئی کہ شاہزادہ نے آگے بڑھکر لارڈ کرومر کو ایک کاغذ دکھا کر کہا کہ میرے والد بزرگوار نے ایک پیغام بھیجا جو یہ ہے۔ اسکے بعد شاہزادہ نے وہ پیغام پڑھکر سنایا۔ لوگوں نے اشتیاق سے سنا اور خاتمہ پر زور سے چیرز دیئے۔

ملک معظم کا پیغام اہل ہند کے نام شہزادہ ویلز نے میونسپل کمیٹی بمبئی کا ایڈریس لینے سے پہلے بادشاہ سلامت کا حسب ذیل پیغام سنایا۔

میں آج اپنے فرزند دلبند کی معرفت ہندوستان کے باشندوں اور والیان ریاست کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ محبت کے اس تعلق کے سلسلہ میں ہندوستان آرہا ہے۔ جو ہمارے خاندان کو اہلی ہند سے ہے۔ میرے والد بزرگوار نے شہزادہ ویلز کی حیثیت میں مقامی حالات کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ اور جب وہ تخت نشین ہوئے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ میں بھی ان کی مثال کی تقلید کروں۔ اس مثال کی پیروی میں میں اپنے فرزند کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ آپ لوگوں کے درمیان نقل و حرکت کرتے ہوئے میرا دل اس کے ساتھ ہے جن دوستوں نے مجھ سے اور میرے اسلاف سے اظہار وفاداری کیا ان کے ساتھ مجھے دلی ہمدردی ہے۔ زمانہ حال میں میرے خیالات آپ لوگوں کی طرف لگے رہتے ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ لارڈ ریڈنگ کی امداد سے ان مسائل کا قابل اطمینان تصفیہ ہو جائیگا۔ جو پیدا ہو چکے ہیں۔ آپ کے تفکرات اور مسرتیں میرے لئے خاص اہمیت رکھتی ہیں میری صدق دل سے دعا ہے۔ کہ ہندوستان بتدریج ترقی کرتا ہوا روز افزوں قومی عظمت حاصل کرے جس کے دیکھنے میں اپنی زندگی میں اور میرے بعد میرا ولیعہد کوشاں رہیگا۔

شاہزادہ کی آمد پر بمبئی میں فساد ۱۷ر نومبر جبکہ مسٹر گاندھی تشدد کے خلاف تقریر کر رہے تھے۔ ان کے پیروؤں نے بمبئی میں فساد کر دیا۔ چند ٹرام گاڑیاں جلادی گئیں۔ امدادی فوج کے ایک سپاہی کو سخت زخمی کیا گیا۔ کارخانہ کے کوارٹروں میں روشنی کا انتظام برباد کیا گیا۔ بہت لوگوں کو زدوکوب کیا گیا۔ یورپین کی موٹروں پر پارل کے نواح میں پتھر پھینکے گئے۔ بائیکلا کلب میں کمیٹی کی پمپ توڑ دیئے گئے۔

فساد بمبئی میں نقصان جان بمبئی ۱۸ر نومبر۔ آج دوپہر کے بعد فساد کا منظر تل بازار اور پائی دھونی سے کھیت وادی میں منتقل ہو گیا۔ کل نقصان جان کا تازہ ترین اندازہ یہ ہے۔ کہ ۱۷ آدمی مارے گئے۔ جن میں سے چار پولیس مین تھے۔ اور ۲۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔

اطلاع ملی ہے کہ مسٹر گاندھی اور دیگر لیڈر موقع فساد پر گئے۔ لیکن ہجوم بہت جوش میں تھا اس لئے ان کی پند و نصیحت پر بہت کم توجہ دی گئی۔

بمبئی میں فسادیوں نے ایک گرجے کو آگ لگادی بائیکلا کلب پر بھی فسادیوں نے حملہ کیا۔ جہاں انہوں نے ایک گرجہ جلا ڈالا اور بمبئی کے دوسرے حصوں میں بھی اسی قسم کا فساد ہوا۔

ایک یورپین کا قتل لیمنگٹن روڈ اور مدنپور کی چوکیوں پر حملہ کیا گیا۔ اور جی آئی۔ پی ریلوے کے ایک یورپین کو اس قدر زدوکوب کیا گیا۔ کہ اس نے مرکر ہی ان کے ہاتھ سے نجات پائی ایک اور انگریز پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ اور وہ بمشکل جان بچا سکا۔

بمبئی میں کاروبار بند بمبئی ۱۹ر نومبر۔ فسادات آج جاری رہے۔ شہر کے ہندوستانی حصہ سے قانون شکنی اور تشدد آمیز کارروائیوں کی خبریں موصول ہوئی ہیں اس حصہ شہر میں کاروبار بالکل بند ہے۔ دکانوں پر تالے لگے ہوئے اور پٹھان پہرہ دار ان پر متعین کر دئے گئے ہیں گرگام روڈ پر اور شہر کے دیگر حصوں میں شراب کی دکانیں بند کر دی گئیں۔ کیونکہ بلوائیوں کی جماعتوں نے ان کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کی ہیں۔

پارسیوں کے انتقامی حملے آج صبح شورش کا سب سے بڑا مرکز پارسیوں کا محلہ تھا۔ جو لمنگٹن روڈ اور گرانٹ روڈ اور کھیت وادی کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقہ میں کل پارسی لوگ بطور انتقام ہندو مسلمان راہ چلتوں کو بیدریغ و بلا امتیاز پیٹتے رہے۔ آج صبح اس اندیشہ سے کہ ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر پارسیوں کے گھروں پر حملہ کرینگے۔ پارسی مرد لاٹھیاں لیکر باہر نکل آئے۔ اور بازار میں لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین کے آدمی زخمی ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں نے آتشیں اسلحہ کا استعمال بھی کیا۔ پارسیوں نے جو گولیاں چلائیں۔ انکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مسلمان اور دو ہندوؤں کی لاشیں سڑک پر پائی گئیں۔

پارسی معبد کو آگ لگادی گئی بعد کی خبر ہے کہ ہجوم نے دو پارسی مندروں کو آگ لگا دی ہے۔ اور دیگر مندروں پر حملہ کیا۔ دوپہر کے قریب ایک اور ہجوم ڈنکن روڈ پر جمع ہو گیا۔ اور تشدد کرنے لگا۔ فوج کو گولیاں چلانی پڑیں جن سے بعض آدمیوں کو زخم آئے۔ مسٹر برجورجی فرام جی بھرو چا کو جو پارسی تارک موالات ہیں۔ پارسی نوجوانوں نے سخت زدوکوب کیا۔ اور ان کی موٹر کو توڑ پھوڑ ڈالا۔

مسز سروجنی نائیڈو پر پارسیوں کا حملہ بمبئی ۲۳ر نومبر۔ صورت معاملات اصلاح پذیر ہو گئی ہے۔ اور اب اچھی طرح سے قابو میں ہے۔ لیکن صبح کے وقت کہیں کہیں ہندوؤں اور پارسیوں کے درمیان فساد ہوا۔ مسز سروجنی نیڈو جب دونوں قوموں کے درمیان صلح کرانے کے لئے جا رہی تھیں۔ تو ان پر بعض پارسی بدمعاشوں نے حملہ کر دیا۔ لیکن ان کو کچھ زیادہ چوٹیں نہ آئیں۔

بمبئی میں پھر گولی چلی ۲۲ر نومبر کو دوپہر کے بعد بزنس سٹریٹ میں دو فساد ہوئے۔ انہیں مسلح پولیس کو گولیاں

چلائی پڑیں۔ جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آدمی زخمی ہوا۔ اور ایک وہیں مرگیا۔

گورنمنٹ بنگال کا اعلان کہ والنیٹر دستے خلاف قانون ہیں کلکتہ ۱۹؍ نومبر۔ گورنمنٹ بنگال کے اس اعلان کے بعد کہ کانگرس اور خلافت کے والنیٹروں کے دستے خلاف قانون مجمع ہیں۔ پولیس نے شہر کے مختلف حصوں اور مضافات میں چھاپے مارے۔ آج صبح سویرے پولیس نے کانگرس اور خلافت کے تین دفتروں کی تلاشی لی پولیس بہت سے کاغذات اور کتابوں کو ماخوذ کرکے سنٹرل پولیس سٹیشن میں لے گئی۔ ہوڑہ میں چار مقامات کی تلاشی لیگئی۔ اور ۱۰ آدمیوں کو گرفتار کیا گیا۔ انمیں سے ۹ والنٹیر ہیں۔ اور ایک مسٹر بنید ریرشا پلیڈر و باسو سکرٹری ہوڑہ ڈسٹرکٹ کمیٹی ہیں۔

مسٹر گاندھی سول نافرمانی نہیں کرینگے بمبئی ۱۸؍ نومبر۔ کل کے فسادات اور طرفین کی اموات کے متعلق مسٹر گاندھی نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ کہ اس ہجوم میں صرف بدمعاش یا لڑکے ہی نہیں تھے۔ یہ ہجوم کچھ بے سمجھ آدمیوں کا ہجوم نہ تھا۔ اس میں سب کارخانوں کے مزدور ہی نہ تھے۔ یہ لازمی طور پر ایک ہر قسم کے آدمیوں کا ملا جلا ہجوم تھا۔ جو کسی آدمی کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا تھا۔ ان میں جو آدمی شامل تھے۔ ان کی تعداد ۲۰ ہزار سے کم نہ تھی۔ یہ لوگ شرارت اور تباہی پر تلے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور اگر ہم میں سے کسی نہ کسی نے ایک یوروپین یا کسی اور کو بھی جس نے کہ شہزادہ کے خیر مقدم میں حصہ لیا۔ کسی طرح کی تکلیف پہنچائی۔ یا اس کی ہتک کی ہے۔ تو ہم نے اپنے پاک عہد کو توڑ دیا ہے۔ میں اپنی ذمہ داری سے بھی جان نہیں بچاتا۔ میں اس بغاوت کی سپرٹ کو پیدا کرنے کیلئے اور ہر کسی سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ ورکنگ کمیٹی کو اس حالت پر توجہ دے کر اس امر پر غور کرنا پڑیگا۔ کہ ہمیں علم شریفانہ نافرمانبرداری کی ذمہ داریوں کا اس وقت تک سامنا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ میں خوب غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں۔ کہ فی الحال ہم عام طور پر شریفانہ نافرمانبرداری شروع نہیں کر سکتے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک لوگوں میں کامل طور پر پُرامن کرہ ہوائی نہ پیدا ہو جائے۔ میں اس جدوجہد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

مسٹر گاندھی کے روزے مسٹر گاندھی نے لوگوں کی اس غلطی کے کفارہ کے لئے ہر سوموار کو برت رکھنے شروع کر دئے ہیں۔

سکرٹری خلافت کمیٹی تنجور کی سزائے موت بحال مدراس ۱۶؍ نومبر۔ کمتی قادر سکرٹری خلافت کمیٹی تنجور کا مقدمہ عدالت عالیہ میں پیش ہوا بادشاہ سلامت کے خلاف جنگ کرنے کا جرم اور سزائے موت بحال رہی لیکن ضبطی جائداد کی سزا منسوخ کر دی گئی۔ کیونکہ فیصلہ کے وقت یہ قانون منسوخ ہو چکا تھا۔

انڈیپنڈنٹ کے مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا فیصلہ پولیس کمشنر مدراس نے مسٹر رنگا آئر کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا جو مقدمہ دائر کیا تھا۔ عدالت نے ۱۵؍ نومبر کو اس کا فیصلہ سنا دیا۔ ۷ ہزار روپیہ مع خرچ مقدمہ کی ڈگری مدعی کے حق میں دی گئی۔

باباگوردت سنگھ کی گرفتاری ننکانہ صاحب ۱۶؍ نومبر۔ باباگوردت سنگھ صاحب نے خود اپنے آپ کو پولیس کے حوالہ کر دیا۔ انھیں لاہور سنٹرل جیل میں پہنچا دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر ستیہ پال کی گرفتاری اور رہائی امرتسر ۱۷؍ نومبر۔ رام باغ میں ایک مسلمان نے اپنی دکان کھولی تھی۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور لالہ گردھاری لال نے جاکر اسے سمجھایا مانتے ہیں انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا۔ پولیس مین نے واپس جاکر دکاندار سے دریافت کیا۔ جس نے کہا کہ میں قوم کے ساتھ ہوں۔ یہ کہکر دکان بند کر دی اس لئے ماخوذین کو رہا کرنا پڑا۔

لاہور میں جمعیتہ العلما کا جلسہ ۱۸؍ نومبر کو بریڈلا ہال لاہور میں جمعیتہ العلما کا جلسہ ہوا۔ استقبالی کمیٹی کے صدر مولوی عبدالقادر وکیل تھے۔ اور پریزیڈنٹ مولوی ابوالکلام۔ مولوی ابوالکلام صاحب کا ایڈریس ایک اور صاحب نے پڑھا۔

انڈین نیشنل کانگریس کے آئیندہ اجلاس کی تاریخیں اس سال کی انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس ۲۷۔ ۲۸۔ اور ۲۹؍ دسمبر کو احمد آباد میں منعقد ہوگا۔ اور سبجکٹ کمیٹی کا جلسہ ۲۴۔ ۲۵؍ دسمبر کو منعقد ہوگا۔

مسلمانوں پر شورش کا الزام مسٹر گاندھی نے ایک اپیل شائع کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ اے باشندگان بمبئی! مجھے گذشتہ دو روز میں جو رنج برداشت کرنا پڑا ہے۔ وہ ناقابل بیان ہے۔ میں یہ اپیل رات کے ساڑھے تین بجے لکھ رہا ہوں۔ مینے گذشتہ دو روز میں جو سوراجیہ دیکھا ہے۔ اسنے میرا دم ناک میں کر دیا ہے۔ ہندو مسلم اتحاد مٹھی بھر پارسیوں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے خطرہ کا باعث ہوا ہے۔ تارکان موالات کا عدم تشدد حامیان موالات کے تشدد سے بھی برا رہا ہے۔ کیونکہ ہم نے عدم تشدد کا زبانی اقرار کرتے ہوئے۔ ان لوگوں کو خوف زدہ کیا ہے۔ جو ہم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ ہندو اور مسلمان آزادی کے مستحق نہیں ہونگے۔ اگر وہ پارسیوں کی عزت و آبرو اپنی جانوں سے زیادہ نہیں کرینگے۔ پارسیوں نے پچھلے ہی دنوں میں اپنی فیاضی اور دوستی کا نمایاں ثبوت دیا۔ مسلمان خاص طور سے ان کے زیر بار احسان ہیں۔ کیونکہ بلحاظ تعداد انہوں نے خلافت فنڈ میں خود مسلمانوں سے بھی زیادہ چندہ دیا ہے۔ میں ان مٹھی بھر مردوں اور عورتوں کی حتی المقدور معافی حاصل کرنے کی کوشش کرونگا جن کو ان طاقتوں کا شکار ہونا پڑا ہے۔ جو زیادہ تر میری جاری کردہ تحریک سے پیدا ہوئی ہیں۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے چند الفاظ خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں۔ مینے خلافت کی تحریک کو ایک مقدس تحریک کی حیثیت سے شروع کیا ہے۔ مینے ہندو مسلم اتحاد کو قائم کرنے کیلئے سخت کوشش کی ہے۔

زمیندار کا مقدمہ ۱۸؍ تاریخ کو بمعہ زمیندار کے ایڈیٹر منشی عبدالمجید خاں سالک اور پبلیشر منشی مرتضٰی حسین کا مقدمہ لالہ ٹھاکر داس کی عدالت میں پیش ہوا۔ دونوں کو ہتھکڑی لگا کر عدالت میں پیش کیا گیا۔ بھگت رام مترجم پریس برانچ اور مولوی اشفاعت اللہ منیجر زمیندار

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر منیجر اسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے شائع ہوا)